عہد خلفاء راشدین اور اسلاموفوبیا

The era of four rightly guieded Caliphs and Islamophobia

☆ ڈاکٹر خدیجہ عزیز

Abstract:

Islamophobia is a term that refers to prejudice or discrimination against Islam and Muslim.The roots of Islamophobia can be traced back to the distant past. Hypocrate Abd Ullah b. Ubbay Al-Salul was the first Islamophobic person in the era of Holy Prophet Muhammad (SAWS) and then farther Abd Ullah b. Saba in the era of The Rashidun Khalips. They can be considered as the precursor of Islamophobia.

مغرب میں عام طور پر اسلام سے خوف اور مسلمانوں سے کراہت کے لئے اسلاموفوبیا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

لفظ فوبیا کے عربی معنی الرھاب یعنی ہر نئی چیز سے خوف ہے۔ یہ ایک نفسیاتی مرض ہے جس میں مریض ہر اجنبی چیز کو دیکھ کر ڈر اور خوف محسوس کرتا ہے۔ لفظ فوبیا کا استعمال تقریباً گذشتہ چالیس پچاس سال سے اسلام کے حوالے سے بھی ہونے لگا ہے جس سے عام طور پر مراد یہ لی جاتی ہے کہ اسلام ایک متعصب دین ہے جس کا رویہ غیر مسلموں کے ساتھ معاندانہ ہے۔ دراصل اسلام سے خوف اسلام کے ابتداء ہی سے موجود ہے جو ہر زمانے میں مختلف شکلوں میں موجود رہا ہے۔ عہدِ خلفاء راشدین میں بھی اسلاموفوبیا کی وجہ سے مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں چونکہ اسلام مکمل ہو گیا تھا اور نبوت کا باب تا قیامت بند ہو گیا۔ اس دوران مسلمان سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے بہت خوشحال ہو گئے تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی وفات سے ابوبکر صدیقؓ کے دور حکومت میں کچھ عرب قبائل جو مسیحی آبادی کے قریب رہتے تھے اور جن میں مسیحی بھی تھے، مرتد ہو گئے۔ ان کی دو قسمیں تھیں۔ اول وہ لوگ جو نجد و یمن (۱) اور حضر موت (۲) وغیرہ کی طرف مسیلمہ (۳)

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، شہید بینظیر وومن یونیورسٹی پشاور، پاکستان۔

اخرجوا الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب (۹)۔

(یہود اور نصاریٰ کو جزیرۃ عرب سے نکال دو)

نجران کے مسیحیوں نے ہرقل (۱۰) کے ساتھ ہمدردانہ طرزِ عمل اختیار کر کے اور سود خوری کو ترک نہ کر کے اپنے آپ کو خود ہی اس سلوک کا مستحق بنالیا تھا کہ ان کو ملک عرب سے جلاوطن کر دیا جائے۔ (۱۱)

مدینہ میں فیروز نامی ایک فارسی غلام تھا جس کی کنیت ابولؤلؤ تھی۔ ایک دن حضرت عمرؓ کو شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہؓ نے مجھ پر بہت بھاری رقم مقرر کی ہے۔ آپؓ اس کو کم کردیں۔ حضرت عمرؓ نے رقم پوچھی تو اس نے کہا روزانہ دو درہم۔ آپؓ نے پیشہ پوچھا تو اس نے کہا: نجاری، نقاشی اور آہن گری۔ آپؓ نے کہا کہ پیشے کے مقابلے میں رقم کچھ زیادہ نہیں۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا گیا۔ دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح نماز کے لئے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ جب صفیں درست ہوئیں اور حضرت عمرؓ امامت کے لئے کھڑے ہوئے تو فیروز نے چھ وار کئے جس میں سے ایک وار ناک کے نیچے پڑا۔ حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۱۲) کو اپنی جگہ امامت کے لئے کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمے سے نیچے گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ نیچے تڑپتے رہے تھے۔ فیروز لوگوں کو زخمی کرتا ہوا بھاگا لیکن جب پکڑا گیا تو خودکشی کر لی۔ (۱۳) حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ حکومت میں پہلا مقدمہ یہی پیش ہوا تھا جس سے اسلام کے خلاف سازش کا واضح پتہ چلتا ہے۔ فاروق اعظمؓ کی شہادت سے چند روز بیشتر ایک روز ابولولوء ایک خنجر لئے ہوئے ہرمزان کے پاس گیا۔ یہ ہی ایرانی سردار تھا جو فاروق اعظمؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں رہ رہا تھا ابولولوء تھوڑی دیر تک ہرمزان کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ اس وقت وہاں حیرہ کا باشندہ ایک عیسائی غلام (جفینہ) بھی بیٹھا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے ان تینوں کو ایک جگہ بیٹھے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (۱۴) کو قریب آتے دیکھ کر ابولولوء وہاں سے اٹھ کر چل دیا۔ اٹھتے وقت خنجر جو وہ لئے ہوئے تھا اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔ جس کو گرتے ہوئے اور ابولولوء کو اسے اٹھاتے ہوئے بھی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی مذکورہ بالا تمام واقعہ بھی انہوں نے سنایا۔ ابولؤلؤ کے ہرمزان کے پاس جانے اور باتیں وغیرہ کرنے کا حال فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد جب ان کے دوسرے بیٹے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے سنا تو طیش اور انتقام کے جوش میں انہوں نے موقع پا کر ہرمزان پر حملہ کیا۔ ہرمزان کو زخمی ہو کر گرتا ہوا دیکھ کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۱۵) نے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ حضرت

حضرت عثمان غنیؓ نے گورنر بصرہ (۲۱) کو لکھا کہ حکیم بن جبلہ (۲۲) کو شہر بصرہ کے اندر نظر بند رکھو اور حدود شہر سے باہر ہرگز نہ نکلنے دو۔ اس حکم کی تعمیل میں وہ بصرہ کے اندر محصور و نظر بند رہنے لگا۔ عبداللہ بن سبا، حکیم بن جبلہ کے حالات سن کر مدینہ سے روانہ ہوا اور بصرہ پہنچ کر حکیم بن عبداللہ کے ہاں ٹھہرا۔ یہاں اس نے حکیم بن جبلہ اور اس کے ذریعہ اس کے دوستوں اور دوسرے لوگوں سے مراسم پیدا کئے، اپنے آپ کو مسلمانوں کا حامی اور خیر خواہ آل رسول ظاہر کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنے منصوبے کے موافق فساد انگیز خیالات و عقائد پیدا کرنے لگا۔ کبھی کہتا کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اس بات کے تو قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن اس بات کو نہیں مانتے کہ حضرت محمد ﷺ بھی دنیا میں ضرور آئیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں کو:

إِنَّ الَّذِی فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ (۲۳)

(اے پیغمبر) جس (اللہ) نے تم پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ تمہیں بازگشت کی جگہ لوٹا دے) کی غلط تفسیر سنا سنا کر اس عقیدے پر قائل کرنا شروع کیا کہ آنحضرت ﷺ کی مراجعت دنیا میں ضرور ہو گی۔ لوگوں کی بڑی تعداد اس کے فریب میں آ گئی، پھر اس نے ان احمقوں کو اس عقیدے پر قائل کرنا شروع کیا کہ ہر پیغمبر کا ایک خلیفہ اور وصی ہوا کرتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ جس طرح آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ آخری وصی ہیں۔ پھر اس نے علانیہ کہنا شروع کیا کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علی کے سوا دوسروں کو خلیفہ بنا کر بڑی حق تلفی کی ہے۔ اب ان کو چاہئے کہ حضرت علیؓ کی مدد کریں اور موجودہ خلیفہ کو قتل یا معزول کر کے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دیں عبداللہ بن سبا یہ تمام منصوبے اور اپنی تحریک کی ان تمام چیزوں کو مدینہ منورہ سے سوچ کر بصرہ آیا تھا اور اس نے نہایت احتیاط اور قابلیت کے ساتھ ان عقیدوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کیا۔ (۲۴) یہ صورتحال خلافتِ راشدہ کے دور کے آخری سالوں میں اسلاموفوبیا کی واضح مظاہر ہیں۔

رفتہ رفتہ اس فتنے کا حال بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو بلا کر پوچھا: تم کون ہو؟ کہاں سے آئے اور یہاں کیوں آئے ہو۔ عبداللہ بن سبا نے کہا، مجھ کو اسلام سے دلچسپی ہے۔ میں اپنے یہودی مذہب کی کمزوریوں کے خلاف ہو کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا ہوں اور یہاں آپ کی رعایا بن کر زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن عامر نے کہا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی فتنہ برپا کرنا اور مسلمانوں کو گمراہ کر کے یہودی ہونے کی حیثیت سے جمعیت اسلامی میں افتراق و انتشار پیدا کرنا چاہتے ہو۔ چونکہ عبداللہ

کے پاس خطوط پہنچنے لگے۔ چونکہ کسی جگہ بھی عاملوں اور گورنروں کے ہاتھ سے رعایا پر ظلم نہ ہوتا تھا، لہٰذا ہر جگہ کے آدمیوں نے یہ سمجھا کہ ہم سے زیادہ اور تمام صوبوں پر ظلم وتشدد اور بے انصافی روا رکھی جا رہی ہے۔ اور حضرت عثمان غنیؓ غیر منصفانہ طور پر اپنے عاملوں اور گورنروں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھتے ہیں اور ان کو معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ چونکہ ہر صوبے اور ہر علاقے سے مدینہ منورہ میں بھی برابر خطوط پہنچ رہے تھے، لہٰذا حضرت عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو مصر کی جانب اور محمد بن مسلمہ (۲۸) کو کوفے کی جانب روانہ کیا کہ وہاں کے حالات دیکھ کر آئیں اور صحیح اطلاع دربار خلافت میں پہنچائیں۔ عمار بن یاسرؓ جب مصر پہنچے تو وہاں کے ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سعدؓ گورنر مصر سے ناخوش تھے اور ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سبا کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے عمار بن یاسرؓ کو اپنا ہمنوا وہم خیال بنالیا اور ان کو مدینہ منورہ میں واپس جانے سے یہ کہہ کر روک لیا کہ حضرت عثمان دیدہ ودانستہ ظلم وستم روا رکھتے ہیں۔ انکی امداد ومصاحبت سے گریز کرنا مناسب ہے۔ عبداللہ بن سبا نے مصر میں بیٹھے بیٹھے اپنے تمام انتظامات خفیہ طور پر مکمل کر لیے تھے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ اور ورقا بن رافع انصاریؓ جیسے صحابیوں کو بھی اس نے اپنے دام میں پھنسایا لیکن اس کی اصل تحریک اور مقصود حقیقی کا حال سوائے اس کے چند خاص الخاص مسلمان نما یہودیوں کے کسی کو معلوم نہ تھا۔ بظاہر اس نے حبّ علیؓ اور حبّ اہل بیت کو خلافت عثمانؓ کے درہم برہم کرنے کے لئے ایک ذریعہ بنایا تھا۔ مذکورہ بالا فوجی مقامات سے بہت سے سادہ لوح عرب اس کے فریب میں آچکے تھے چنانچہ عبداللہ بن سبا کی سازشوں میں سب سے بڑی سازش یہ تھی کہ اس نے مدینہ منورہ سے حضرت علیؓ کی طرف سے فرضی خطوط کوفہ وبصرہ ومصر والوں کی طرف بھیجے اور اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی حضرت علیؓ کا نمائندہ ثابت کرانے اور لوگوں کو دھوکہ دینے میں خوب کامیاب ہوا۔ (۲۹) یہ اس کا ایسا فریب تھا کہ ایک طرف حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے اور دوسری طرف آج تک لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت علیؓ کے اشارے اور سازش سے حضرت عثمان غنیؓ شہید کئے گئے، حالانکہ اس سے زیادہ غلط کوئی دوسری بات نہیں ہوسکتی۔ وہ یعنی عبداللہ بن سبا نہ حضرت عثمان کا دوست تھا، نہ حضرت علیؓ سے اس کو کوئی ہمدردی تھی۔ وہ تو اسلاموفوبیا کا شکار تھا اور دونوں کا یکساں دشمن اور اسلام کی بربادی کا خواہاں تھا۔ اس طرح اس نے ایک طرف تو حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کرایا اور دوسری طرف حضرت علیؓ کو شریک سازش ثابت کر کے ان کی عزت وحرمت کو بھی سخت نقصان پہنچانا چاہا۔ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی منافقوں کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو بارہا آزمائش میں مبتلا ہونا پڑا اور اب عہد عثمان میں انہی کے ہاتھوں مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ یہ فیصلہ

ہوتا رہا جس کو علیحدہ سے موضوع بحث بنایا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کعبہ کے دائیں جانب واقع ہونے کی وجہ سے الیمن کہلاتا ہے۔ بحر قلزم کے ساحل پر ہے۔ صنعاء مشہور شہر اور دار الخلافہ ہے۔ ابو عبید عبد اللہ بن عبد العزیز، معجم ما استعجم من اسماء البلاد، ۱۴۰۱/۴، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء۔

۲۔ یہ یمن کے جنوب میں واقع ہے۔ اور عدن سے مشرق کی طرف ہے۔ صنعاء سے ۴۷ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے یہ دو شہروں شبام اور تریم پر مشتمل ہے۔ یہاں ھود علیہ السلام کی قبر بھی ہے۔ المعالم الاثیرہ، ۱۰۱/۱۔ آثار البلاد، ۳۵/۱۔

۳۔ یہ مسیلمہ بن ثمامہ ہے۔ جھوٹے مدعیان نبوت میں سرِ فہرست تھا۔ جنگ یمامہ اس کے خلاف لڑی گئی جس میں مسیلمہ ۱۲ھ میں قتل ہوا۔ اس جنگ میں بڑی تعداد میں حفاظ وقراء شہید ہوئے۔ اور یہی جنگ یمامہ قرآن پاک کی جمع وتدوین کی وجہ بنی۔ الاعلام، ج ۷، ص ۲۲۶۔

۴۔ یہ طلیحہ بن خویلد الاسدی ہے۔ بنو اسد سے تعلق تھا۔ مسلمان ہوا۔ پھر مرتد ہو کر نبی کریم ﷺ کی حیاۃ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۱۲۷۔

۵۔ یہ ام صادر سجاح بنت الحارث بن سوید التمیمیہ ہے۔ ادیبہ، شاعرہ، مؤرخہ اور دانشورہ تھی۔ نبوت کا دعویٰ کیا اور دلیل میں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی والی حدیث پیش کرتی کہ نبی نے یہ نہیں کہا کہ میرے بعد کوئی عورت نبی نہیں بن سکتی۔ الاعلام، ج ۳، ص ۷۸۔

۶۔ ابو محمد، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ (سیرت ابن ہشام)، ج ۳، ص ۱۱۲، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۲ء۔

۷۔ آپ ابو حفص عمر بن الخطاب بن نفیل بن عدی القرشی ہیں۔ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ نبی کریم ﷺ، ابی بن کعب اور ابو بکر صدیق سے علم حاصل کیا۔ شاگردوں میں ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف، اسلم (مولیٰ عمر) اور اسود بن یزید شامل ہیں۔ ۲۳ھ/۶۴۳ء کو مدینہ منورہ میں وفات ہوئے۔ الاصابۃ ج ۲، ص ۵۱۸، رقم ۵۷۳۸۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۵۲۔ الاعلام، ج ۵، ص ۴۵۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۰۱۔

دور میں اسلام قبول کیا اور بعد میں اسی شکل میں اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔ علی بن ابی طالب کی انتہائی حمایت کرتا تھا۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۴۷۔

۱۹۔ یہ یمن کے شمالی علاقے میں بڑا شہر ہے۔ یمن کا قدیم دار الخلافہ ہے۔ قدیم تہذیب کا مرکز تھا۔ میٹھے پانی اور سرسبز مٹی کے لئے مشہور ہے۔ آثار البلاد، ج ۱، ص ۱۸۔

۲۰۔ ڈاکٹر محمد علی اسالابی، عثمان بن عفان: شخصیت اور کارنامے، ترجمہ شمیم احمد خالی، ص ۳۹۳، ۳۹۴، الفرقان ٹرسٹ، مظفر گڑھ، سال اشاعت نامعلوم۔

۲۱۔ یہ عراق کا ایک مشہور شہر ہے جو دریا کے کنارے واقع ہے۔ یہاں کھجور بہت زیادہ ہیں۔ عمر بن خطاب کے دورِ خلافت میں عتبہ بن غزوان نے اس شہر کو آباد کیا۔ یہاں بڑی تعداد میں صحابہ آباد ہوئے اور ایک بڑی تعداد میں فقہاء وعلماء اس کی طرف منسوب ہیں۔ آثار البلاد واخبار العباد، ۱/۳۰۹۔

۲۲۔ آپ حکیم بن جبلہ بن الحصین بن اسود بن کعب العبدی ہیں۔ بنی عبد قیس سے تعلق تھا۔ صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ۳۶ھ میں وفات پائی۔ دورِ عثمان کے فتن میں نام آتا ہے۔ اسد الغابہ، ۳، ص ۷۵۔

۲۳۔ سورہ القصص، آیت ۸۵

۲۴۔ ڈاکٹر علی محمد، عثمان بن عفان، ص ۴۰۳ تا ۴۰۵۔

۲۵۔ عمر بن خطاب کے دور خلافت میں سعد بن ابی وقاصؓ نے ۱۷ھ میں دریائے فرات کے کنارے اس شہر کی بنیاد رکھی۔ بڑی تعداد میں صحابہ آکر یہاں آباد ہوئے۔ کھجور کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ بغداد سے ۱۵۶ کلومیٹر جبکہ میدان کربلا اس کے جنوب میں ۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بڑی تعداد میں فقہاء اور علماء اس شہر کی طرف منسوب ہیں۔

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحمیر ی، الروض المعطار فی خبر الاقطار، ۱/۵۰۱، مؤسسہ ناصر لثقافۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۰ء۔

۲۶۔ یہ امیہ بن عبد شمس کی اولاد ہے۔ عدنانی قبائل میں سے قریش کے عظیم بطن سے تھے۔ حجاز میں آباد تھے۔ بعد میں منتشر ہو کر شام، مصر اور اندلس میں پھیل گئے۔ عمر رضا کحالہ، معجم قبائل العرب، ج ۲، ص ۸۴۳۔

۲۷۔ یہ روم کا دار الخلافہ اور یونان کا ایک بڑا شہر تھا۔ اسے قسطنطین اول نے ۳۲۴ء میں بنایا۔ کئی کوششوں کے بعد سلطان محمد فاتح نے اسے فتح کیا اور مسلمانوں کا دار الخلافہ بنایا۔ معجم البلدان، ۴/۳۴۷۔